ڈاکٹر محمد سفیان صفی
استاد شعبہ اردو،ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

بیرونِ ہند اقبال کے اسفار: خطوط کی روشنی میں

Dr. Muhammad Sufyan Safi
Department of Urdu,Hazara Uninversity,Mansehra

Iqbal's Visits Outside of India:In the light of Letters

In 1905 Iqbal set off for England mainly for educational purposes and this pursuit led him further to Heidelberg (Germany) for PhD, till his return in July 3rd, 1908. He participated in the 2nd Round Table Conference (England) in 1931, which subsequently made him travel widely. On 22nd November, 1931 he came to Rome, on 1st December, 1931 to Alexandria and 5th December, 1931 to Jerusalem. Third Round Table Conference, in his presence, was held on 17th November 1932. In January 1933 he met Henri Bergson (the great French philosopher) in France, and set off for Spain and Kabul (on 23 October). This article is an account of his journeys in the light of his letters.

اقبال کو یورپ وایشیا کے کئی ایک ممالک کا دورہ کرنے کا موقع ملا، جن میں برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، روم، مصر، ہسپانیہ، فلسطین اور افغانستان شامل ہیں۔ یورپ جانے کی تحریک اقبال کو ۱۹۰۴ء میں ہوئی جب سر عبدالقادر یورپ جانے لگے۔ انہوں نے شیخ عبدالقادر سے کہا کہ میں بھی بھائی کو لکھتا ہوں اگر وہ بندوبست کر سکے تو آپ کے جانے کے بعد ایک سال کے اندر اندر وہاں پہنچ جاؤں گا۔ (۱) یورپ کا پہلا سفر تو حصولِ تعلیم کے لئے تھا جس میں آپ نے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے نہ صرف ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی بلکہ اپنے عہد کی نابغۂ روزگار علمی وادبی شخصیات سے ملاقاتیں کیں۔ دوسری مرتبہ ۲۳ سال بعد ۱۹۳۱ء میں انہوں نے دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے یورپ کا سفر کیا۔ دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس کے موقع پر اقبال کو ہسپانیہ، مصر، روم اور بیت المقدس کی سیاحت کا موقع بھی میسر آیا۔

اسلامی فلسفہ وتصوف کے کسی موضوع پرڈاکٹریٹ کرنے کی ترغیب تو ممکن ہے انہیں آرنلڈ نے دی ہو لیکن بیرسٹری کرنے کا ارادہ غالباً ان کا اپنا تھا۔سید میر حسن سے تحقیق کے معاملے میں مشورے بھی کئے۔آخر کار وہ اپنے ماں باپ اور بھائی سے رخصت ہو کر لاہور پہنچے۔اقبال کے لاہور سے لندن تک سفر کی تفصیل ان کی تحریروں اور احباب کے مضامین میں ملتی ہے۔

اقبال یکم ستمبر ۱۹۰۵ء کی رات کو لاہور سے دہلی روانہ ہوئے۔احباب میں نیرنگؔ اور شیخ محمد اکرام انہیں رخصت کرنے کے لئے دہلی تک ساتھ گئے۔گاڑی ۲؍ستمبر ۱۹۰۵ء کی صبح دہلی پہنچی۔اسٹیشن پر خواجہ حسن نظامی اور منشی نذر محمد استقبال کے لئے موجود تھے۔ریل سے اتر کر پہلے منشی نذر محمد کے گھر میں تھوڑی دیر آرام کیا۔پھر تمام احباب کے ساتھ نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔اقبال نے عالمِ تنہائی میں تربت کے سرہانے بیٹھ کر اپنی نظم ''التجائے مسافر'' پڑھی۔بعد میں دوستوں کے اصرار پر وہی نظم صحن میں بیٹھ کر مزار کی طرف منہ کر کے دوبارہ پڑھی۔دہلی میں ایک روز قیام کے بعد ۳؍ستمبر کی صبح کو میر نیرنگؔ، شیخ محمد اکرام اور باقی دوستوں سے دہلی میں رخصت ہو کر بمبئی کے لئے روانہ ہوئے۔اقبال تین روز بمبئی میں ٹھہرنے کے بعد ۷؍ستمبر ۱۹۰۵ء کو دو بجے دوپہر جہاز پر سوار ہوئے۔لالہ دھنپت رام وکیل اور ان کے ایک دوست جو اتفاق سے اس وقت بمبئی میں تھے، انہیں رخصت کرنے کے لئے گھاٹ پر گئے۔(۲) اقبال نے سفر نامۂ انگلستان کی تمام تفصیلات مولوی انشاءُ اللہ مدیر'اخبار وطن' کے نام اپنے دو خطوط محررہ ۱۲؍ستمبر ۱۹۰۵ء از عدن اور ۲۵؍نومبر ۱۹۰۵ء از کیمبرج، کے ذریعے ارسال کر دیں۔دونوں خطوط اخبار وطن میں شائع ہوئے۔(۳) اقبال ۲۴؍ستمبر ۱۹۰۵ء کو لندن پہنچے اور ایک رات شیخ عبدالقادر کے ساتھ گزارنے کے بعد ۲۵؍ستمبر کو کیمبرج روانہ ہو گئے۔(۴)

کیمبرج یونیورسٹی کے قواعد وضوابط کے مطابق ٹرینٹی کالج میں ان کے داخلے کا انتظام غالباً پہلے ہی سے بذریعہ آرنلڈ ہو چکا تھا۔چونکہ آپ پوسٹ گریجوایٹس یا ریسرچ اسکالروں کے زمرے میں آتے تھے، اس لئے کالج کی عمارت کے اندر ہوسٹل میں آپ کے لئے مقیم ہونا ضروری نہ تھا۔لہٰذا کیمبرج میں اقبال نے ۱۷؍پرتگال پیلس پر سکونت اختیار کی۔(۵)

معلوم ہوتا ہے کہ اقبال نے کیمبرج پہنچتے ہی تحقیق کا کام شروع کر دیا تھا۔تحقیق کے ابتدائی مراحل میں جب لاہور سے محمد الدین فوقؔ نے کشمیری میگزین کے لئے مضمون کی فرمائش کی تو اقبال نے ٹرینٹی کالج سے انہیں لکھا کہ۔''۔۔۔مجھے سخت افسوس ہے کہ یہاں کے مشاغل سے مطلق فرصت نہیں ملتی۔ایسے حالات میں مضامین لکھنے کی کہاں سوجھتی ہے۔البتہ شعر ہے جو کبھی کبھی خود بخود ہو جاتا ہے سو شیخ عبدالقادر (ایڈیٹر مخزن) لے جاتے ہیں۔(٦) اقبال نے تحقیق کے لئے ''ایران میں فلسفۂ مابعد الطبیعات کا ارتقاء'' کے موضوع کا انتخاب کیا تھا۔٦؍نومبر ۱۹۰۵ء کو لنکنز ان میں قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے بھی داخلہ لے لیا۔اس طرح تحقیق کے ساتھ ساتھ قانون کے امتحانات کی تیاری بھی شروع ہو گئی۔جون ۱۹۰۷ء تک اقبال تحقیق کے سلسلہ میں کیمبرج ہی میں رہے۔اس دوران ان کا لندن آنا یا تو لنکنز ان کے عشائیوں کی خاطر ہوتا یا بیرسٹری کے پہلے حصے کے امتحانات کے لئے۔لندن میں وہ سر عبدالقادر کے ہاں ٹھہرتے یا ان کے گھر کے قریب کسی مکان میں فروکش ہوتے۔لندن

کے دورے میں ہی یکم اپریل ۱۹۰۷ءکو مس بیک کے ہاں ان کی ملاقات عطیہ فیضی سے ہوئی۔ مس بیک علی گڑھ کالج کے مشہور پرنسپل بیک کی بہن تھیں اور لندن میں ہندوستانی طلبہ کی بہبودی کی نگران تھیں۔ (۷) لندن میں اسی قیام کے دوران اقبال لندن یونیورسٹی میں چھ ماہ کے لئے عارضی طور پر عربی کے پروفیسر مقرر کئے گئے، جب پروفیسر آرنلڈ چھ ماہ کے لئے رخصت پر گئے اور اقبال نے ان کے قائم مقام کی حیثیت سے تدریس کے فرائض سنبھالے۔

اقبال نے یونیورسٹی کی اجازت سے یورپی فلسفہ کے مطالعے کے لئے میک ٹیگرٹ، وائیٹ ہیڈ، وارڈ، براؤن اور نکلسن کے لیکچروں میں شمولیت اختیار کی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میونخ یونیورسٹی کی شرائط کے پیشِ نظر اس کے اربابِ اختیار کے اطمینان کے لئے انہوں نے فلسفے، عربی یا فارسی کے خصوصی امتحان پاس کئے ہوں۔ معاشیات میں ذاتی دلچسپی کے سبب وہ کیمبرج میں اس موضوع پر لیکچر بھی بڑے اطمینان سے سنتے تھے، بہر حال ۷/ مارچ ۱۹۰۷ءکو انہوں نے اپنا ایک تحقیقی مقالہ فلسفے اور اخلاقیات کے شعبے میں داخل کیا۔ جس پر انہیں ۱۳/ جون ۱۹۰۷ءکو کیمبرج یونیورسٹی کی طرف سے بی۔ اے کی ڈگری ملی۔ (۸) اس زمانے میں میک ٹیگرٹ کیمبرج میں کانٹ اور ہیگل کے فلسفے پر لیکچر دیتے تھے اور ان کا تعلق ٹرینٹی کالج سے تھا۔ وارڈ اور وائیٹ ہیڈ بھی میک ٹیگرٹ کی طرح ہندوستان کے معروف فلسفی تھے۔ براؤن اور نکلسن فارسی اور عربی زبانوں کے ماہر تھے۔ اور ان کا شمار مستشرقین میں ہوتا تھا۔ بعد میں نکلسن نے اقبال کی تصنیف 'اسرارِ خودی' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اقبال کے ان سب کے ساتھ دوستانہ روابط قائم ہوئے۔ میک ٹیگرٹ صوفی منش بزرگ تھے، اقبال نہ صرف ان کے لیکچر باقاعدگی سے سنتے تھے بلکہ تصوف کے مسائل پر ان سے طویل بحث ومباحثے بھی کرتے تھے۔

جولائی ۱۹۰۷ء کے تیسرے ہفتے میں اقبال ہائیڈل برگ چلے گئے، جہاں وہ جرمن زبان سیکھنا چاہتے تھے تاکہ میونخ یونیورسٹی میں اپنے تحقیقی مقالے کے بارے میں زبانی امتحان جرمن زبان میں دے سکیں۔ ہائیڈل برگ میں تقریباً چار ماہ یعنی ۲۰/ جولائی سے لیکر ۵/ نومبر ۱۹۰۷ء تک قیام کیا اور اس دوران میں پرائیویٹ طور پر جرمن زبان وادب کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ان کی استانیاں دو پروفیسر لڑکیاں فراؤلین ویگے ناسٹ اور فراؤلین سینے شل تھیں۔ وہ دریائے نیکر کے قریب ہوسٹل میں رہتے تھے۔ تحقیقی مقالے کے بارے میں میونخ یونیورسٹی میں اقبال کا زبانی امتحان ۴/ نومبر ۱۹۰۷ءکو پروفیسر ایف ہومل کی زیرِ صدارت ایک بورڈ نے لیا۔ ''ایران میں فلسفہ مابعد الطبیعات کا ارتقا'' کے عنوان سے اقبال کا یہ تحقیقی مقالہ انگریزی میں پہلی بار ۱۹۰۸ء میں لندن سے شائع ہوا اور آرنلڈ کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اقبال نے ۵/ نومبر ۱۹۰۷ءکو لندن واپس پہنچ کر بیرسٹری کے فائنل امتحانوں کی تیاری شروع کردی۔ اس سلسلے میں اقبال جولائی ۱۹۰۸ء تک لندن میں رہے۔ (۹)

یورپ میں قیام کے دوران اقبال ایک نئے تمدن اور اس اعتبار سے ذہن وقلب کے بعض نئے تقاضوں سے آشنا ہوئے۔ قیامِ یورپ کے دوران اقبال میں جو سب سے بڑا انقلاب آیا وہ ان کا وطنی قومیت اور فلسفہ وتصوف سے متنفر ہوکر ذہنی اور قلبی طور پر اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا تھا۔ میک ٹیگرٹ کے بیان کے مطابق اقبال کیمبرج میں قیام کے دوران وحدت الوجود کے قائل تھے۔ عطیہ فیضی نے لندن میں ملاقاتوں کے دوران انہیں حافظ کا دلدادہ پایا۔ سر عبدالقادر صرف سرسری

طور پر ذکر کرتے ہیں کہ اقبال کو جب مغربی معاشرت کے نقائص قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو تہذیبِ یورپ کی زر پرستی اور کم ظرفی نے ان کی طبیعت کو متنفر کر دیا۔ (۱۰)

یورپ کی مخلوط معاشرت میں انہیں چند ایسی خواتین ملیں جو جسمانی حسن کے ساتھ ادب و فلسفے سے شناسائی کے سبب اقبال کے لئے اور بھی پر کشش تھیں۔ جرمنی میں اقبال کا قیام اگر چہ مختصر تھا لیکن اس کے باوجود اس سر زمین، جرمن شعر و ادب اور فلسفے سے انہیں گہری جذباتی اور روحانی وابستگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس وابستگی کے پیدا کرنے میں ایما ویگے ناسٹ کا بڑا ہاتھ تھا۔ کیونکہ جرمن زبان و ادب کے فلسفے سے ایما ویگے ناسٹ ہی نے اقبال کو روشناس کرایا تھا۔ ایما ویگے ناسٹ اقبال سے عمر میں دو سال چھوٹی تھیں۔ ایما ویگے ناسٹ ہائیڈل برگ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد جرمن زبان کے ایک اسکول (پینسیون شیرر) سے منسلک ہو گئیں اور یہیں جولائی ۱۹۰۷ء میں اقبال کی ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ اقبال کی ایما ویگے ناسٹ کے ساتھ مراسلت یورپ سے واپسی کے بعد بھی جاری رہی لیکن وہ پھر ایک دوسرے سے کبھی نہ مل سکے۔ اب تک دریافت شدہ خطوط کی تعداد ستائیس ہے۔ پہلا ۱۶/اکتوبر ۱۹۰۷ء کو اور آخری خط ۱۲/جنوری ۱۹۳۳ء کو لکھا گیا۔ سترہ خط جرمن زبان میں ہیں اور دس انگریزی میں۔ اقبال کی جرمن ادب سے وابستگی اس لئے تھی کہ اس میں یورپ کے دیگر ممالک کے ادب کی نسبت مشرقی تحریک زیادہ دلکش اور موٴثر تھی۔ اقبال جرمن شعراُ سے بحیثیت مجموعی متاثر تھے مگر گوئٹے کا اثر ان پر بہت گہرا اور دیرپا ثابت ہوا۔ دیوانِ حافظؒ کے مطالعے سے گوئٹے کو مغربی دیوان لکھنے کی تحریک ہوئی اور حافظؒ کے علاوہ رومیؒ، سعدیؒ، فریدالدین عطارؒ، اور فردوسیؒ کا کلام نیز حضور اکرمؐ کی حیاتِ طیبہ اور قرآنِ مجید کی تعلیمات سے بھی متاثر تھا۔ اس کے دیوان میں فارسی تشبیعات اور استعارات اس کثرت سے استعمال ہوئے ہیں کہ اشعار میں مشرقی فضا پیدا ہو گئی ہے۔

اقبال ۳/جولائی ۱۹۰۸ء کو انگلستان سے وطن روانہ ہوئے اور بمبئی سے ہوتے ہوئے ۲۵/جولائی کی رات کو دہلی پہنچے۔ احباب اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے اگلے روز احباب سمیت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ پہنچے اور مزار کے پہلو میں کھڑے ہو کر دیر تک دست بدعا رہے۔ سارا دن درگاہ میں گزارا اور قوالی کا لطف اٹھایا۔ ۲۷/جولائی ۱۹۰۸ء کو دوپہر کی گاڑی سے لاہور پہنچے۔ اسٹیشن پر احباب نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ وہاں سے بھاٹی دروازے کے باہر بلدیہ کے باغ میں آئے، جہاں شیخ گلاب دین نے ان کے اعزاز میں ایک دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا۔ سر محمد شفیع نے ان کی شخصیت اور شاعری کے بارے میں تقریر کی۔ ان کی آمد کی خوشی میں نظمیں پیش کی گئیں۔ اس تقریب سے فراغت کے بعد اسی دن شام کی گاڑی سے سیالکوٹ روانہ ہو گئے۔ سیالکوٹ میں بھی ان کا پر جوش خیر مقدم کیا گیا اور پلیٹ فارم استقبال کرنے والوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ (۱۱)

۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں شرکت کے لئے وائسرائے نے اقبال کو نامزد کیا تھا۔ انگریزی حکومت نے مختلف مندوبین کو دعوت نامے ۴/اگست ۱۹۳۱ء کو جاری کر دیئے تھے۔ ۲۶/ستمبر ۱۹۳۱ء کو لندن پہنچنا لازمی تھا۔ تا کہ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کا آغاز ہو سکے۔

اسی زمانے میں علامہ کو بلادِ مغرب سے تین دعوت نامے موصول ہوئے:

۱۔ اٹلی کی LEARNED MEN'S ACADEMY OF ROME کے صدر نے روم میں تقریر کے لئے درخواست کی۔

۲۔ فلسطین کے مفتی اعظم سید امین الحسینی (ب) نے اتحادِ عالمِ اسلام اور فلسطین کے مسائل پر غور کرنے کے لئے دسمبر ۱۹۳۱ء میں بیت المقدس میں ایک مؤتمر بلائی اور علامہ اقبال کو بھی مدعو کیا۔

۳۔ انگلستان کی انڈیا سوسائٹی کے صدر سر فرانسس ینگ ہزبینڈ نے آپ کو دعوت دی کہ سوسائٹی کی نائب صدارت قبول کر لیں۔

اقبال کا ارادہ تھا کہ سفرِ یورپ کے لئے یکم ستمبر ۱۹۳۱ء کو لاہور سے روانہ ہو کر ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء کو بمبئی پہنچیں گے۔ لیکن باوجوہ آخر کار وہ ۸ ستمبر ۱۹۳۱ء کو لاہور سے روانہ ہوئے اور ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء کی صبح دہلی پہنچے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۱ء کو بمبئی پہنچے اور خلافت ہاؤس میں قیام کیا۔ اسی روز سہ پہر کے وقت عطیہ فیضی نے ان کے اعزاز میں ایوانِ رفعت کے وسیع لان میں چائے پارٹی کا اہتمام کیا، جس میں بمبئی کے اہلِ علم و فن بھی مدعو تھے۔

منشی طاہر دین کے نام اپنے ایک مکتوب میں علامہ نے بحیرہ روم سے گزرتے ہوئے ملوجا جہاز سے ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ء کو سفر کی تمام روداد ارسال کی۔ اقبال کا یہ سفرنامہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے روزنامہ انقلاب میں شائع ہوا۔ (۱۲)

اقبال ۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء کو لندن پہنچے جہاں ان کا قیام ۱۱۳۔ اے سینٹ جیمز کورٹ بکنگھم گیٹ ایس ڈبلیو نمبر ۱ میں تھا۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء کو غلام رسول مہرؔ بھی ان سے آ ملے۔ گول میز کانفرنس کے اجلاس سینٹ جیمز پیلس میں ہوتے تھے جو قریب ہی تھا۔ اقبال تقریباً ۲۳ سال بعد یورپ آئے تھے۔ دوسری گول میز کانفرنس کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال نے مباحث میں کوئی عملی حصہ نہ لیا بلکہ اقلیتی سب کمیٹی کے اجلاسوں میں خاموش بیٹھے رہے۔ کیونکہ اقلیتی سب کمیٹی کے اجلاس ہر دفعہ ملتوی ہوتے رہے یہاں تک کہ انہیں لکھی ہوئی تقریر بھی پڑھنے کا موقع نہ ملا۔ ۳ نومبر ۳۱ کو لندن سے ماسٹر عبداللہ چغتائی کے مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں:" ۔۔۔۔ یہ دن بہت مصروفیت کے گزرے۔ میناریٹی کمیٹی کی میٹنگ تین دفعہ ہوئی اور تینوں دفعہ پرائیویٹ گفتگوئے مصالحت کے لیے ملتوی ہوگئی۔ پرائیویٹ گفتگوئیں بہت ہوئیں مگر اب تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ ہندو اور سکھ مسلمانوں کے مطالبات کی مخالفت پر اڑے ہوئے ہیں۔ اب میناریٹی کمیٹی کی میٹنگ جس کا میں ممبر ہوں شاید ۱۱ نومبر کو ہو۔ اس میں بھی کچھ نہ ہو سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میناریٹی کا کام محض مصالحت کی کوشش ہے۔ یہ کوشش کی گئی جس کا نتیجہ اس وقت تک کچھ نہیں ہُوا۔ شاید ۲۰ نومبر تک ہم لوگ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ روما جانے کا بھی قصد ہے۔ اس کے بعد وقت ہُوا تو مصر اور فلسطین بھی۔" ۔۔۔ (۱۳) برطانوی حکام سے غیر رسمی طور پر انہوں نے ریاست حیدر آباد کو ڈومینین اسٹیٹس دلوانے کی بات چیت کی۔ مگر سر اکبر حیدری نے ان کی تجویز کی مخالفت کی جس کے سبب بقول عظیم حسین، اقبال سر اکبر حیدری سے جھگڑ پڑے۔ کانفرنس کے آخری مراحل میں اقبال کا دیگر مسلم مندوبین سے بھی اختلاف ہو گیا۔ بحیثیت مجموعی اقبال دوسری گول میز کانفرنس کی کارروائی سے مایوس تھے۔

اس کانفرنس میں گاندھی کانگریس کے نمائندہ کی حیثیت سے اور علامہ اقبال مسلم وفد کی طرف سے پہلی دفعہ شریک ہوئے۔ کانگریس کی ترجمانی گاندھی جی اور مسلم لیگ کی ترجمانی سر محمد شفیع نے کی۔ دوسری گول میز کانفرنس میں علامہ کے ہمراہ مدیر انقلاب، مولانا غلام رسول مہرؔ بھی تھے۔ گاندھی جی فرقہ وارانہ مسئلے کو وقتی طور پر نظر انداز کرتے ہوئے ملک کے آئین کی تیاری پر زور دیتے تھے جبکہ سر محمد شفیع کی رائے میں پہلے فرقہ وارانہ مسائل کا حل ضروری تھا۔ کانفرنس کے اجلاس کے شرکا کا دعویٰ تھا کہ وہ چھیالیس فیصد حصے کی نمائندگی کرتے ہیں اس دعوے کو گاندھی جی نے مسترد کر دیا اور یہی دوسری گول میز کانفرنس کی ناکامی کا سبب بنا۔ اقبال نے کانفرنس سے فارغ ہو کر اٹلی، مصر اور فلسطین کا دورہ کیا۔ کانفرنس کی ناکامی کے بعد وزیرِ اعظم انگلستان ریمزے میکڈونلڈ نے ۱۶ راگست ۱۹۳۲ء کو عبوری طور پر فرقہ وارانہ نمائندگی کا اعلان کیا جس کی رو سے جداگانہ انتخاب کا اصول برقرار رکھا گیا نیز مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کو زیادہ نمائندگی دی گئی۔ اسی طرح بنگال، آسام میں یورپی اقوام، پنجاب میں سکھوں، سندھ اور صوبہ سرحد میں ہندوؤں کو زیادہ نمائندگی دی گئی۔ مسلمانوں نے مجموعی مفاد کی خاطر اسے قبول کر لیا۔ اچھوتوں کو علیٰحدہ فرقہ ماننے کی وجہ سے گاندھی جی نے اسے مسترد کر دیا۔ (۱۴)

انگلستان میں قیام کے دوران یکم راکتوبر کو سر سیموئل ہور، وزیرِ ہند ان سے ان کی رہائش گاہ پر ملنے آئے اور ہندوستان کے دستور میں مسلمانوں کی پوزیشن کے متعلق گفتگو کی۔ ۱۰ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو سر ظفر اللہ خان نے انہیں اور دیگر مسلم مندوبین کو ایک پر تکلف دعوت دی۔ ۱۱ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو مولانا فرزند علی امام لندن مسجد نے اقبال اور ان کے رفقاً کو مسجد فجل میں بلوایا اور ان کا تعارف چند انگریز نومسلموں سے کروایا۔ ۱۳ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو سر ڈینی سن راس انہیں ملنے کے لئے آئے اور اقبال کے ساتھ دنیائے اسلام میں مذہبی تحریکوں بالخصوص بہائیت کے متعلق بات چیت کرتے رہے۔ ۱۶ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو غازی رؤف بے انہیں ملنے کے لئے آئے اور تین گھنٹے تک اقبال کی ان سے بات چیت رہی۔ ۲۱ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو کرنل فیرر اور دو ایک روز بعد پروفیسر گب انہیں ملنے کے لئے آئے اور اقبال کو لندن یونیورسٹی میں لیکچر دینے کی دعوت دی۔ لیکن مصروفیت کے سبب اقبال نے دعوت قبول نہ کی۔ کرنل فیرر سے ہندوستان میں اسلامی تحریکات اور پروفیسر گب سے افریقہ میں اسلامی تحریکات کے موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ ۲۳ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو سعید شامل جو شمالی قفقاز میں روسی کیمونسٹوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑ چکے تھے، ملنے کے لئے آئے۔ اقبال نے سعید شامل کو مشورہ دیا کہ روسی اشتراکیت یورپی ایمپیریل ازم کے خاتمے کے لئے اہم کردار ادا کر سکتی ہے لہٰذا مسلمانوں کو ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنی چاہئیے کہ جس سے روسی اشتراکیت کی مخالفت نہ ہو۔ اس طرح یورپی ایمپیریل ازم کے خاتمے کا ایک مؤثر ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ۴ رنومبر ۱۹۳۱ء کو پانچ بجے شام اقبال نے لندن میں انڈیا سوسائٹی کے علمی اجتماع سے خطاب کیا۔ انڈیا سوسائٹی کے صدر سر فرانسس ینگ ہزبینڈ نے حاضرین سے ان تعارف کروایا۔ بعد میں اقبال نے اپنی تقریر میں اپنی شاعری کے فلسفیانہ موضوعات پر جامعیت سے بحث کی۔ آپ نے متحدہ انڈین سوسائٹی کے جلسے میں اپنی فارسی تصانیف سے متعدد اشعار بھی سنائے اس جلسے کی رپورٹ غلام رسول مہرؔ نے روزنامہ انقلاب کو بھیجی تھی جو ۲۲ رنومبر ۱۹۳۱ء کو شائع ہوئی۔ علامہ نے اس اجلاس میں ایک عالمانہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ اقبال نے بہت سی اہم بین

الاقوامی شخصیات سے پانچ رنومبر ۱۹۳۱ء تک ملاقاتیں کیں۔لندن کو خیر آباد کہنے سے قبل ۶ رنومبر ۱۹۳۱ء کو ہوٹل والڈورف میں اقبال لٹریری ایسوسی ایشن نے اقبال کے اعزاز میں ایک عظیم الشان پارٹی کا اہتمام کیا۔جس میں تقریباً چار سو شخصیات کو مدعو کیا گیا۔ان اہم شخصیات میں مہاتما گاندھی، سر تیج بہادر سپرو، سروجنی نائیڈو، سر آغا خان، محمد علی جناح، سر عمر حیات ٹوانہ، سر محمد شفیع، سر ظفر اللہ خان، مولانا شوکت علی، سر اکبر حیدری کے علاوہ بہت سے انگریز مہمان بھی شامل تھے۔سر عبدالقادر نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے، بعد ازاں پروفیسر نکلسن نے اپنی تقریر میں اقبال کے کلام کے حوالے سے کہا کہ اقبال کے کلام میں روحانیت کا پہلو غالب ہے اور دہریانہ مادیت سے ان کا اختلاف واضح ہے۔

اقبال لندن پہنچے تو اپنے کسی پرانے جرمن دوست سے ایما ویگے ناسٹ کا پتہ معلوم کیا اور انہیں ۱۵ راکتوبر ۳۱ءکو ایک خط کے ذریعے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔اس خط کا جواب آنے پر اقبال نے جرمنی جانے کا پروگرام بھی ترتیب دیا لیکن وہ ہائیڈل برگ نہ جا سکے اور انہیں ایما ویگے ناسٹ سے یہ کہتے ہوئے معذرت کرنا پڑی کہ مجھے اب سیدھا روم جانا پڑے گا۔جہاں سائینور مارکونی نے مجھے مدعو کیا ہے اور پھر میں سات دسمبر کو بین الاقوامی مسلم کانفرنس میں شرکت کے لئے یروشلم جاؤں گا۔۱۸ رنومبر ۱۹۳۱ء کو اقبال ایک دن کے لئے کیمبرج گئے غلام رسول مہؔر اور مولٰنا شفیع داؤدی ان کے ساتھ تھے۔پانچ بجے شام ان کے اعزاز میں یونیورسٹی آمرز ہوٹل میں دعوت کا اہتمام کیا گیا۔جس میں پروفیسر نکلسن اور پروفیسر لیوی سمیت یونیورسٹی کے کئی اساتذہ موجود تھے۔مصر کے ڈاکٹر سلیمان نے جو انٹرنیشنل مسلم ایسوسی ایشن کیمبرج کے صدر تھے،اقبال کا تعارف دیگر مہمانوں سے کرایا۔اس جلسے میں پروفیسر سارلے، پروفیسر نکلسن اور پروفیسر لیوی نے بھی خطاب کیا۔اقبال نے آخر میں تقریر کرتے ہوئے میزبانوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا کہ اس محفل میں پروفیسر براؤن اور پروفیسر میک ٹیگرٹ موجود نہیں۔

۲۱ رنومبر ۱۹۳۱ء کو اقبال غلام رسول مہؔر کے ساتھ وکٹوریہ اسٹیشن لندن سے روم کے لئے روانہ ہوئے۔۲۲ رنومبر ۱۹۳۱ء کو رات کے وقت روم پہنچے۔روم میں اٹلی کی رائل اکادمی کی طرف سے روم یونیورسٹی میں فلسفے کے پروفیسر اریسٹا کو استقبال کے لئے موجود تھے۔۲۳ رنومبر ۱۹۳۱ء کو ڈاکٹر اسکارپا انہیں ملنے کے لئے آئے۔۲۴ رنومبر ۱۹۳۱ء کو بہت سے تاریخی مقامات کی سیر کی۔۲۵ رنومبر ۱۹۳۱ء کو تین بجے اقبال اور غلام رسول مہؔر افغانستان کے سابق شاہ امان اللہ خان کے مکان پر انہیں ملنے کے لئے گئے۔۲۶ رنومبر ۱۹۳۱ء کو اقبال نے اٹلی کی رائل اکادمی میں لیکچر دیا۔۲۷ رنومبر کو میسولینی سے ملاقات کی۔میسولینی نے اقبال سے اٹلی کے متعلق ان کے تاثرات معلوم کرنے چاہے۔اقبال نے کچھ پس وپیش کے بعد یہ رائے دی کہ اطالوی لوگ ایرانیوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور ان کا عظیم الشان ماضی تہذیب وتمدن کی کئی صدیوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔مگر ان میں خون نہیں ہے،اس پر میسولینی نے انتہائی تعجب کا اظہار کیا۔اقبال نے وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایرانیوں کے اردگرد توانا قومیں ترک،افغان اور کرد آباد ہیں جن سے تازہ خون حاصل کیا جا سکتا ہے جب کہ یہ سہولت اطالویوں کو حاصل نہیں،میسولینی نے پوچھا کہ پھر اطالویوں کو کیا کرنا چاہئے؟ اقبال نے جواب دیا کہ یورپ سے منہ موڑ کر مشرق کا رخ کرنا چاہئیے۔یورپ کا اخلاق روبہ تنزل ہے لیکن مشرق کی ہوا تازہ ہے۔۲۷ رنومبر کو ہی روم کے بعض اخباروں میں اقبال کی

تصویریں اوران کی شاعری وفکر پر مضمون شائع ہوئے۔۲۸/نومبر۱۹۳۱ءکواقبال غلام رسول مہراور مولانا شفیع داؤدی کے ہمراہ نیپلز پہنچے۔۲۹/نومبر۱۹۳۱ءکووکٹوریہ نامی جہاز کے ذریعے برنڈزی سے اسکندریہ کے لئے روانہ ہوئے اور دودن کے سمندری سفر کے بعد یکم/دسمبر۱۹۳۱ءکوصبح نو بجے اٹلی سے اسکندریہ پہنچے، جہاں جمعیۃ الرابطہ اور جمعیۃ الشبان المسلمین کے علاوہ مولانا شوکت علی، مولانا زاہد علی اور حافظ عبدالرحمٰن کے علاوہ دیگر مسلمانوں نے ان کا استقبال کیا۔علامہ اقبال وہاں سے قاہرہ پہنچے تو مصری اور ہندوستانی اکابرین نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا۔قاہرہ میں علامہ نے پانچ دن قیام کیااس دوران میں انہوں نے مشہور شامی مجاہد ڈاکٹر عبدالرحمٰن سے بھی ملاقات کی۔ ۔۳/دسمبر۱۹۳۱ءکوعلامہ اقبال اہرام مصر دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔وہاں سے واپسی پرانہوں نے قصرالعینی بھی دیکھا۔انہیں فراعنہ مصر کے دور کا عجائب گھر اور عربی عجائب گھر بھی دیکھنے کا موقع میسرآیا۔۵/دسمبر کوعلامہ اقبال ابوالعزام کے ہمراہ فسطاط تشریف لے گئے اور ممتاز صحابی حضرت عمروابن العاص کے مزار کی زیارت کی۔اس روز علامہ مملوک سلاطین کے مقابر، خدیوان مصر کے مقابر، حضرت امام شافعی کے مزار، مسجد حسن، اور مسجد رفاعی بھی دیکھنے کے لئے گئے۔۵/دسمبر کی شام کومولانا محمد شفیع داؤدی، مولانا غلام رسول مہر اور حافظ عبدالرحمٰن کے ہمراہ بیت المقدس پہنچے تو بیت المقدس کے ریلوے سٹیشن پر مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی اور مولانا شوکت علی کے علاوہ دیگر اراکین نے ان کا استقبال کیا۔۶/دسمبر۱۹۳۱ءکوعلامہ اقبال مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی کی ہدایت پر مؤتمر اسلامی کے اجلاس میں شرکت کے لئے فلسطین تشریف لے گئے۔وہاں انہوں نے فندق مرقص (گرینڈ ہوٹل) میں قیام کیا۔اسی روز مسجد اقصیٰ کو جاتے ہوئے علامہ اقبال نے راستے میں مولانا محمد علی جوہر کے مزار پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں علامہ اقبال کو نائب صدر کا عہدہ پیش کیا گیا۔۱۴/دسمبر۱۹۳۱ءکوعلامہ اقبال نے مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں انگریزی میں الوداعی تقریر کی۔اس کا اردو ترجمہ استاد عبدالرحمٰن عزام بے نے کیا۔اس تقریر میں علامہ اقبال نے دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔یعنی الحاد اور مادیت سے خطرہ۔ریاض الصلح بے نے اس موقع پر کہا کہ اقبال کا پیغام ہمارے دلوں پر نقش رہے گا۔اقبال نے مؤتمر کے اجلاسوں میں ۷/دسمبر۱۹۳۱ءسے لے کر۱۴/دسمبر۱۹۳۱ءتک شرکت کی۔اوراس دوران میں پانچ کمیٹیوں کی رپورٹوں یا پیش کردہ قراردادوں پراپنی رائے کا اظہار کیا۔بیت المقدس میں اقبال نے مختلف مقاماتِ مقدسہ کی زیارت میں کچھ وقت گزارا۔جبلِ زیتون جہاں ایک روایت کے مطابق حضرت عیسیٰ نے وعظ کیا تھا، حضرت مریم کا روضہ، بوستانِ جسمانیہ جہاں حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کیا گیا، حضرت زکریاؑ اور حضرت داؤدؑ کے فرزند کی قبریں، بیت المقدس شہر کے دروازے اور دیگر مقامات کی زیارت کی۔ بیت المقدس سے علامہ اقبال ڈاکٹر سلیمان کے ہمراہ قنطرہ چلے گئے، لیکن ریل گاڑی لیٹ ہونے کی وجہ سے بذریعہ بحری جہاز بمبئی روانہ ہوئے۔علامہ ۱۵/دسمبر۱۹۳۱ءکو بیت المقدس سے واپس روانہ ہوئے۔مفتی سید امین الاحسینی، سید ضیاالدین طباطبائی، سعید شامل، اور دیگر اصحاب انہیں الوداع کہنے کے لئے اسٹیشن پرآئے۔۶/بجے شام گاڑی قنطرہ پہنچی وہاں سے پورٹ سعید پہنچے جہاں ۱۶/دسمبر۱۹۳۱ءکی رات کا کھانا انہوں نے ڈاکٹر سلیمان اوران کی جرمن بیگم کے ساتھ کھایا۔۱۷/دسمبر۱۹۳۱ءکی شب صدیق محمد ناڑو کی دعوت میں شریک تھے۔اور وہیں اطلاع ملی کہ جہاز بندرگاہ پر لگ گیا ہے

سواسی رات تقریباً بارہ بجے پلسنا نامی جہاز میں سوار ہو گئے۔ ۱۸ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو صبح چار بجے جہاز پورٹ سعید سے روانہ ہوا۔ اسی جہاز میں علامہ کے ساتھ اعظم جاہ، معظم جاہ، مسٹر مارماڈیوک پکھتال، سر اکبر حیدری اور شہزادی درشہسوار اور نیلوفر اور مہاتما گاندھی بھی ہندوستان جا رہے تھے۔

۲۸ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو اقبال بمبئی پہنچے جہاں ان کے استقبال کے لئے مولانا محمد عرفان اور خلافت کمیٹی کے بعض ارکان بندرگاہ پر موجود تھے۔ دس بجے کے قریب اقبال خلافت ہاؤس پہنچے۔ عطیہ فیضی نے اس مرتبہ بھی ان کے اعزاز میں ایوانِ رفعت میں دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا۔ ایوانِ رفعت کی دعوت سے فارغ ہو کر اقبال ریلوے اسٹیشن پہنچے اور ۲۹ر دسمبر کو دہلی پہنچے جہاں حافظ محمد صدیق ملتانی رئیسِ دہلی نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔ اسٹیشن پر اقبال کو سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ اگلے روز ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۱ء کو لاہور پہنچے۔ (۱۵)

۲۹ر دسمبر ۳۲ء کو مختار احمد کے نام مکتوب میں علامہ نے لکھا کہ.... ''...اس سے پہلے میں نے جو خطوط اپنے بمبئی پہنچنے کی تاریخ کے متعلق چودھری صاحب یا منشی طاہر دین یا کسی اور کو لکھے ہیں ان سب کو منسوخ تصور کیجئے۔ پہلے ارادہ یہی تھا مگر بعد میں دیکھا تو جہازوں کی روانگی کی موزوں تاریخیں نہ ملیں۔ اس واسطے اب میں ہسپانیہ، جرمنی اور آسٹریا سے ہوتا ہوا ۱۰ار فروری ۳۳ء کو وینس سے بمبئی کے لئے جہاز لوں گا۔ اس جہاز کا نام کانٹے وردی ہے اور یہ بمبئی ۲۲ر فروری کو صبح پہنچے گا۔ باقی خطوط کے متعلق اور علی بخش کے متعلق چودھری صاحب کے خط میں ہدایت لکھ چکا ہوں۔...'' (۱۶)

تیسری گول میز کانفرنس ۱۷ر نومبر ۱۹۳۲ء کو شروع ہوئی اور ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو ختم ہو گئی۔ حکومت نے دوسری گول میز کانفرنس کی کارروائیوں پر اقبال کی سخت نکتہ چینی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دعوت انتہائی سرد مہری سے دی تھی۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے اقبال ایک ماہ قبل ہی یعنی ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو لاہور سے روانہ ہوئے۔ ویانہ بوڈاپسٹ اور برلن میں دو دو، چار چار دن ٹھہرتے ہوئے لندن پہنچے۔ اس کانفرنس میں شرکت کے لئے علامہ جب لاہور سے روانہ ہوئے تو سید امجد علی شاہ مسلم لیگ ڈیلیگیشن کے آنریری سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے آپ کے ہمراہ تھے۔ لاہور سے بمبئی پہنچنے پر افغانستان کے کونسل خانے کے سربراہ مسٹر سلجوقی نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ نے عطیہ فیضی سے بھی ملاقات کی اور بمبئی سے کونٹے روسو نامی بحری جہاز کے ذریعے یورپ روانہ ہو گئے۔۔ وینس پہنچنے تک راستے میں علیل ہو گئے جس کی وجہ سے آپ نے وینس سے آگے کا سفر بذریعہ ریل کیا اور دو روز بعد پیرس پہنچ گئے۔ پیرس میں سردار امراؤ سنگھ شیر گل نے آپ کا استقبال کیا۔ اقبال، سردار امراؤ سنگھ شیر گل اور سید امجد علی کے ساتھ نپولین کا مزار دیکھنے کے لئے گئے۔ اگلے روز معروف فرانسیسی مستشرق لوئی میسی نیوں سے ملاقات کی۔ پیرس میں چند روز قیام کے بعد اقبال اور سید امجد علی بذریعہ ریل لندن پہنچے۔ وکٹوریہ اسٹیشن پر انگریز نومسلم خالد شیلڈرک نے ان کا استقبال کیا۔ لندن میں آپ ملکہ این کے محل میں فروکش ہوئے۔ ۲۴ر نومبر ۱۹۳۲ء کو لندن میں آپ کے اعزاز میں نیشنل لیگ آف لندن کی جانب سے مس فارقوہرسن نے سینٹ جیمز پیلس میں ایک استقبالیہ دعوت کا بھی اہتمام کیا جس میں سر آغا خان نے بھی شرکت کی۔ ۱۵ر ستمبر ۱۹۳۲ء کو اقبال نے نیشنل لیگ آف انگلینڈ کے ایک اور اجلاس سے خطاب کیا

جس میں برطانوی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اراکین، غیر ملکی سفیر اور مسلم وفد کے دیگر ممبران موجود تھے۔ قیامِ لندن کے دوران اقبال نے ارسطاطلین سوسائٹی کے اجلاس میں انگریزی میں اپنا فلسفیانہ مقالہ ''کیا مذہب ممکن ہے؟'' پڑھا۔ جس کے لئے انہیں لاہور ہی میں دعوت موصول ہوگئی تھی۔ اور انہوں نے یورپ روانگی سے قبل اسے ایک ماہ کی مدت میں تحریر کیا تھا۔ اب یہ مقالہ ان کے خطبات میں بھی شامل ہے۔

تیسری گول میز کانفرنس ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو ختم ہوئی تاہم اقبال ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء تک لندن ہی میں مقیم رہے۔ ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو چوہدری محمد حسین کے نام لندن سے اقبال اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: ''۔۔۔آج کانفرنس ختم ہوئی مجمل نتائج تو آپ کو معلوم ہو ہی جائیں گے باقی میں خود آن کر مفصل بیان کردوں گا۔ میں نے ہوائی ڈاک میں طاہر دین کے نام کل ایک خط بھیجا تھا یہ خط اس کے بعد پہنچے گا اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ ۳۰ر دسمبر کو لندن سے چل کر سیدھا ہسپانیہ جاؤں گا وہاں سے واپس پیرس آکر ہائیڈل برگ برلن بوڈاپسٹ سے ہوتا جنوا (اٹلی) سے جہاز وکٹوریہ پر سوار ہوں گا یہ جہاز ۲۶ر جنوری ۳۳ء کو جنوا سے چلے گا اور ۶ر فروری ۳۳ء کو بمبئی پہنچے گا۔ علی بخش سے کہہ دیجئے کہ وہ بمبئی آجائے۔۔'' (۱۷)

اقبال انگلستان سے اسپین، جرمنی اور آسٹریا جانا چاہتے تھے۔ جرمنی جانے کا مقصد ایما ویگے ناسٹ سے ملاقات کرنا تھا۔ لیکن انہیں آسٹریا اور جرمنی جانے کا پروگرام منسوخ کرنا پڑا اور ۳۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو لندن سے دوبارہ پیرس پہنچے۔ لوئی میسی نیوں سے ان کی ملاقات پیرس میں یکم نومبر ۱۹۳۲ء کو ہوئی اور گفتگو کا محور زیادہ تر حلاج تھا۔ لوئی میسینوں نے منصور حلاج پر تحقیق کا کام کیا تھا۔ اور حلاج کی کتاب الطواسین کے عربی متن کو ایک مدلل مقدمے اور مفید حواشی کے ساتھ ۱۹۱۳ء میں شائع کیا تھا۔ اقبال سے ان کا تعارف اسی تصنیف کے سبب ہوا جسے پڑھ کر اقبال کا حلاج کے متعلق نظریہ تبدیل ہوگیا۔

تیسری گول میز کانفرنس میں کانگریس نے شرکت نہیں کی کیونکہ وہ یو پی، بنگال اور صوبہ سرحد میں سول نافرمانی کی تحریک میں مصروف تھی۔ قائداعظم کو بھی اس کانفرنس میں مدعو نہیں کیا گیا۔ البتہ قیامِ لندن کے دوران اقبال نے لندن میں مقیم محمد علی جناح سے کئی ملاقاتیں کیں۔ عملی طور پر اس کانفرنس نے کوئی خاص کام سرانجام نہیں دیا اس لئے جلد ہی ختم ہوگئی۔ اس گول میز کانفرنس کے جلسوں میں ہندوؤں کے رویے کی وجہ سے قائداعظم کو سخت صدمہ ہوا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ہندو مسلم اتحاد کی کوئی صورت باقی نہیں۔ ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۲ء کو تیسری گول میز کانفرنس کے بعد وزیر ہند سر سیموئل ہور نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کو ہندوستان کی مرکزی مقننہ میں ایک تہائی نشستیں حاصل ہوں گی۔ اس کے علاوہ سندھ کے نئے صوبے کو اقتصادی طور پر مدد دی جائے گی۔ اس اعلان سے مسلمانوں کی کچھ اشک شوئی ہوئی مگر پنجاب اور بنگال میں اکثریتی حیثیت حاصل نہ ہونے کا مسئلہ ان کے لئے پریشانی کا سبب بنا رہا۔ کانفرنس کے خاتمے پر اقبال پیرس چلے گئے جہاں ہنری برگساں سے طویل ملاقات کی اور نپولین کی قبر پر بھی حاضری دی۔ آپ پیرس سے میڈرڈ، قرطبہ اور غرناطہ گئے۔ ۱۰ر فروری ۱۹۳۳ء کو وینس سے بمبئی کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۲ر فروری کو بمبئی پہنچے۔ (۱۸)

تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد جنوری ۱۹۳۳ء میں پیرس میں اقبال کی امراؤ سنگھ کے توسط سے ہنری

برگساں سے ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی اور برگساں کے نظریۂ واقعیت زماں پر خوب بحث ہوئی۔ علامہ پیرس سے ہوتے ہوئے ہسپانیہ پہنچے اور تقریباً تین ہفتے وہاں قیام کیا۔ ہسپانیہ کے اس سفر میں علامہ مسجد قرطبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور مسجد میں نوافل ادا کئے۔ انہوں نے اس مسجد کی ویرانی کو دیکھ کر ''مسجد قرطبہ'' اور ''دعا'' کے نام سے نظمیں کہیں۔ ۲۴ رجنوری ۱۹۳۳ء کو علامہ اقبال نے میڈرڈ یونیورسٹی میں پروفیسر آسن کی صدارت میں منعقدہ ایک تقریب میں '' THE INTELLECTUAL WORLD OF ISLAM AND SPAIN....اسلامی دنیا اور اسپین'' کے نام سے ایک خطبہ دیا۔

۲۶ رجنوری ۳۳ء کو علامہ میڈرڈ غرناطہ سے واپس پیرس آ گئے تھے۔ پیرس سے ہوتے ہوئے اٹلی پہنچے اور ۱۰ر فروری ۱۹۳۳ء کو وینس سے بحری جہاز کانٹے وردی پر سوار ہوئے اور ۲۲ رفروری ۱۹۳۳ء کو بمبئی پہنچے۔ ۲۶ رجنوری ۳۳ء کو پیرس سے منشی طاہر دین کے نام ارسال کئے گئے خط میں لکھتے ہیں...'' ....میں آج شام ہسپانیہ سے مع الخیر واپس آ گیا۔ خدا کے فضل و کرم سے وہاں ہر طرح خیریت رہی اور اپنی خواہش کے مطابق مسجد قرطبہ میں نماز پڑھی۔ اب یہاں چند روز قیام کر کے وینس جاؤں گا۔ وہاں سے جہاز ۱۰ رفروری کو چلتا ہے۔ انشاء اللہ العزیز ۲۲ رفروری کی صبح کو بمبئی پہنچ جاؤں گا۔ احباب سے دعا کی درخواست کریں۔ ۲۴ رجنوری کی شام کو میں نے میڈرڈ (دارالسلطنت ہسپانیہ) میں ''اسلام اور ہسپانیہ'' پر وہاں کے وزیر تعلیم کی درخواست پر لیکچر دیا جس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔''(۱۹)

قرطبہ و غرناطہ میں علامہ کا قیام دس بارہ روز رہا۔ علامہ صاحب نے ہسپانیہ کے سفر کی روداد کو مختلف عنوانات کے تحت اپنی تصنیف بالِ جبریل میں شامل کیا۔ جن میں دعا، مسجد قرطبہ، قید خانہ میں معتمد کی فریاد، عبدالرحمٰن اول کا بویا ہوا کھجور کا پہلا درخت، ہسپانیہ اور طارق کی دعا شامل ہیں۔ ۱۷ رمارچ ۱۹۳۳ء کو لارڈ لوتھین کے نام اپنے مکتوب (انگریزی) میں اس سیاحت کے متعلق اقبال لکھتے ہیں:'' ...میں لندن سے ۳۰ ردسمبر ۱۹۳۲ء کو روانہ ہوا اور پیرس میں رکنے کے بعد ہسپانیہ چلا گیا جہاں میں نے تقریباً تین ہفتے گزارے۔ فروری کے آخر میں ہندوستان پہنچا۔ ـ ـ ـ ۔ ہسپانیہ اور فرانس میں میرا وقت بہت دلچسپی سے گزرا۔ پیرس میں قیام کے دوران میں برگساں سے ملاقات ہوئی۔ جدید فلسفے اور تمدن پر ہماری گفتگو تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی۔ کچھ وقت ہم نے برکلے پر تبادلہ خیال کیا جس کے فلسفے پر بعض فرانسیسی فلاسفروں نے بعض نہایت دلچسپ مشاہدات پیش کئے ہیں۔ ہسپانیہ میں قیام کے دوران میں عربی کے بہت سے پروفیسروں سے میرا رابطہ قائم ہوا جو اسلام کے کلچر کے بارے میں بہت پرجوش نظر آتے تھے۔ میڈرڈ یونیورسٹی نے SPAIN AND THE INTELLECTUAL WORLD OF ISLAM. کے موضوع پر مجھ سے یونیورسٹی میں خطاب کرنے کی درخواست کی۔ میرے خطاب کو بے حد سراہا گیا۔ صدارت پروفیسر آسن نے کی جو ڈیوائن کامیڈی اینڈ اسلام کے معروف مصنف ہیں۔ ہسپانیہ کی نئی حکومت غرناطہ کو دنیائے اسلام کے لئے ایک طرح کا تہذیبی مکہ بنانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ میرے خیال میں مناسبت ترین یہی ہے کہ انگلستان کو اسلام کے تہذیبی پہلو میں سنجیدگی کے ساتھ دلچسپی لینی چاہئے...''(۲۰)

۲۵ر فروری ۱۹۳۳ء کو اقبال فرنٹیر میل سے لاہور پہنچے۔ اسٹیشن پر لاتعداد لوگ ان کے خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔۔ پلیٹ فارم پر جمعیۃ الاسلام کی طرف سے خواجہ فیروز الدین بیرسٹر نے سپاسنامہ پیش کیا اور تیسری گول میز کانفرنس میں مسلمانانِ ہند کے حقوق کی ترجمانی کے سلسلے میں ان خدمات کو سراہا۔ (۲۱)

ستمبر ۱۹۳۳ء میں نادر شاہ نے تعلیمی امور کے بارے میں مشورے کے لئے اقبال، سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کو افغانستان آنے کی دعوت دی۔ افغان کونسل خانے کی خواہش تھی کہ مذکورہ تینوں شخصیات ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جشنِ استقلال کے موقع پر افغانستان پہنچیں، مگر اس قدر جلد پاسپورٹ تیار ہونے کا امکان نہ تھا۔۔ بالآخر ۱۷ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو اقبال اور سید راس مسعود کے پاسپورٹ مل گئے اور ان دونوں نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو پشاور سے روانگی کا پروگرام بنایا۔ اقبال اور سر راس مسعود پشاور میں ٹھہرتے ہوئے ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو کابل پہنچے۔ اور انہیں کابل کی نئی آبادی دارالامان کے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا۔ غلام رسول خان اس دورے میں بطور سیکرٹری اقبال کے ہمراہ تھے۔ علی بخش بھی اقبال کی خدمت کے لئے ان کے ہمراہ تھا۔ جبکہ پروفیسر ہادی حسن سر راس مسعود کے ساتھ سیکرٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ نادر شاہ سے اقبال کے دیرینہ مراسم تھے۔ اقبال نادر شاہ کو اس زمانے سے جانتے تھے جب وہ جنرل نادر خان کی حیثیت سے پیرس میں افغانستان کے سفیر تھے۔ نادر شاہ ڈیرہ دون میں پڑھے ہونے کی وجہ سے اردو اچھی بولتے تھے بلکہ اقبال سے اردو ہی میں بات چیت کرتے تھے۔ دو تین روز میں تعلیمی معاملات کے متعلق مشورے کے سلسلے میں چند اجلاس ہوئے جن میں اقبال، سید راس مسعود اور حکومتِ افغانستان کے بعض سرکردہ نمائندوں نے شرکت کی۔ سید راس مسعود نے تمام کارروائی کے نوٹس بھی لئے۔ کابل میونسپلٹی نے ان کے لئے ایک چائے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ اقبال سرور خان گویا کی معیت میں بابر کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے بھی گئے۔۔ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو علامہ نے نادر شاہ (شاہ افغانستان) سے قصرِ دلکشا میں ملاقات کی۔ اس ملاقات میں اقبال نے نادر شاہ کو قرآن مجید کی ایک جلد تحفے میں دی۔۔ ۲۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کی رات کو سید سلیمان ندوی بھی ان سے آ ملے۔ بعد میں ان تینوں اکابرین سے فیض محمد خان وزیرِ خارجہ نے افغانستان کی تاریخ پر گفتگو کی۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو شام چار بجے مجددی سلسلے کے روحانی پیشوا ملا شور بازار نور المشائخ سے ملاقات کا وقت مقرر تھا۔ ملا شور بازار کا اصلی نام فضل عمر تھا اور کابل شہر، قبائل اور فوج میں ان کے مرید بکثرت تھے۔ ۱۹۱۸ء کی جنگِ افغانستان میں وہ جرنیل محمد نادر خان کے ساتھ شریکِ جہاد رہ چکے تھے۔ لیکن جب امان اللہ خان نے اصلاحات کے اجرا کے معاملے میں حدِ اعتدال سے تجاوز کیا تو وہ افغانستان چھوڑ کر ہندوستان آ گئے۔ نادر خان کی کامیابی کے بعد وہ واپس افغانستان گئے اور وزیرِ عدالت مقرر کئے گئے۔ ملا شور بازار ایک بار اقبال سے لاہور میں بھی مل چکے تھے۔ اقبال نے سید سلیمان ندوی کی معیت میں ان کی قیام گاہ پر ان سے ملاقات کی۔ بعد میں اللہ نواز کی رہائش گاہ پر افغانستان میں مقیم برصغیر کے تقریباً ڈیڑھ سو باشندوں نے ان کے لئے چائے کی دعوت کا اہتمام کیا۔ چائے سے فراغت کے بعد مہمانوں کی طرف سے سید سلیمان ندوی نے تقریر کی۔ اس کے بعد اقبال نے بھی ایک مختصر سی تقریر کی اور یہ جلسہ برخواست ہو گیا۔ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو سردار محمد ہاشم خان صدرِ اعظم مہمانوں کو ملنے کے لئے شاہی

مہمان خانے میں آئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ سردار فیض محمد خان وزیرِ خارجہ اور اللہ نواز خان تقریباً ہر روز انہیں ملنے کے لئے آتے تھے۔ اور افغانستان کے انتظامی اور تعلیمی امور پر گفتگو ہوتی تھی۔ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو شام چار بجے شاہ محمود خان وزیر جنگ کے ہاں چائے کی دعوت کا اہتمام ہوا جس میں سید سلیمان ندوی نے افغانستان میں مذہبی عربی تعلیم کے متعلق اپنی اسکیم کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا۔ شام ساڑھے سات بجے کابل کی انجمن ادبی یعنی رائل اکادمی نے ان کے اعزاز میں کابل ہوٹل میں ڈنر کا انتظام کیا۔ صدرِ انجمن نے فارسی میں خطبہ استقبالیہ پڑھا جس میں ہندوستان کے فضلا اور سخن وروں کی تعریف کے بعد اقبال کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا گیا۔ خطبہ استقبالیہ کے بعد افغانستان کے معروف شاعر عبداللہ خان نے مہمانوں کے اعزاز میں ایک طویل نظم پڑھی جس میں بہت سے اشعار اقبال سے متعلق تھے۔ ۲۹/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کی شام کو اقبال دوسری اور آخری بار سردار فیض محمد خان وزیرِ خارجہ کی معیت میں نادر شاہ سے ملنے کے لئے قصرِ دلکشا گئے کیونکہ اگلے روز اقبال، سید راس مسعود اور سید سلیمان ندوی کی کابل سے غزنین کو روانگی تھی۔ ۳۰/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کی صبح وہ سرور خان گویا کی معیت میں غزنین روانہ ہوئے۔ موٹریں ایک بجے دوپہر غزنین پہنچ گئیں۔ اقبال حکیم سنائی کے مزار کی زیارت کے لئے گئے۔ واپسی پر سلطان محمود کے مزار پر بھی حاضری دی اور حضرت علی ہجویریؒ کے والد ماجد کے مزار پر بھی دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ ۳۱/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو صبح آٹھ بجے غزنین سے آگے روانہ ہوئے اور نوے میل کا فاصلہ طے کر کے گیارہ بجے دوپہر کو مقر پہنچے۔ یہاں انہیں اعزازی سلامی دی گئی۔ رات انہوں نے مہمان خانے میں بسر کی۔ یکم نومبر ۱۹۳۳ء کو آپ قندھار پہنچے، یہاں آپ کی ملاقات عبدالحی خان سے ہوئی جو قندھار میں وزارتِ خارجہ افغانستان کے نمائندے تھے اور قندھار کی ادبی انجمن کے ناظم اور پشتو رسالہ ''طلوعِ افغان'' کے مدیر تھے۔ یہاں آپ نے خرقہ شریف کی زیارت گاہ پر حاضری دی اور احمد شاہ ابدالی کے مقبرے پر بھی گئے۔ سید راس مسعود کو واپسی کی سخت جلدی تھی۔ اور وہ رات ہی کو قندھار سے رخصت ہو کر چمن پہنچنا چاہتے تھے تاکہ کوئٹہ سے دوپہر کی گاڑی پکڑ کر جلد سے جلد علی گڑھ پہنچ جائیں۔ باقی رفقا نے رات قندھار ہی میں گزاری۔ ۲/ نومبر ۱۹۳۳ء کو سرور خان گویا اور دیگر شاہی ملازمین نے اقبال اور ان کے رفقاؔ کو چمن میں الوداع کیا۔ اور وہ چندمنٹ کے اندر افغانستان کی سرحد پار کر کے انگریزی علاقے میں داخل ہو گئے۔

۳/ نومبر ۱۹۳۳ء کو علامہ کوئٹہ کے راستے واپس ہندوستان تشریف لائے۔ اقبال کو لاہور پہنچنے کے بعد ۷/ نومبر ۱۹۳۳ء کو یہ المناک خبر ملی کہ نادر شاہ کو کابل میں قتل کر دیا گیا ہے۔ اقبال نادر شاہ سے محبت کرتے تھے اس لئے انہیں نادر شاہ کی اچانک موت کا بے حد صدمہ ہوا۔ اقبال نے افغانستان کی چند روزہ سیاحت پر اپنے شاعرانہ جذبات کا اظہار مثنوی ''مسافر'' میں کیا جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ فارسی مثنوی ایک غزل کے سوا زیادہ تر مثنوی معنوی کی بحر میں ہے۔ اس کا آغاز نادر شاہ کے مناقب اور اختتام ظاہر شاہ سے اظہارِ توقعات پر ہے۔ (۲۲)

حوالہ جات/حواشی

۱۔ محمد حنیف شاہد، نذرِ اقبال؛ لاہور..بزم اقبال.اگست ۱۹۷۲ء..۔ص ۱۴۶

۲۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۴ء۔ص ۱۲۹۔۔۱۳۱

۳۔ اخبارِ وطن ۲۴ ردسمبر ۱۹۰۵/ رفیع الدین ہاشمی (ڈاکٹر)، خطوطِ اقبال: لاہور..مکتبہ خیابان ادب..۱۹۷۶ء..ص..۹۳،۶۷

۴۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود۔ص ۱۳۴ ۵۔ایضاً۔ص ۱۳۹

۶۔ کشمیری میگزین لاہور اپریل ۱۹۰۶ء / بشیر احمد ڈار، انوار اقبال: کراچی..اقبال اکادمی پاکستان..مارچ ۱۹۶۷ء۔ص ۵۲

۷۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود۔ص ۱۴۴

۸۔ ایضاً۔ص ۱۴۰ ۹۔ ایضاً۔ص ۱۴۶

۱۰۔ ایضاً۔ص ۱۵۸ ۱۱۔ ایضاً۔ص ۱۶۵، ۱۶۶

۱۲۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر..خطوطِ اقبال..ص..۲۰۳

۱۲۔ عطاءُ اللہ (شیخ)، اقبالنامہ.(حصہ دوم)..ص...۳۳۸

۱۴۔ (صادق زاہد (پروفیسر)، قیام پاکستان کا مقدمہ تاریخ کی عدالت میں، جلد ا: لاہور..ندا پبلی کیشنز..۲۰۰۳ء..ص..۵۶/
عاشق حسین بٹالوی (ڈاکٹر)، اقبال کے آخری دو سال؛ کراچی..اقبال اکادمی پاکستان..اپریل ۱۹۶۱ء..ص..۲۵۸..۲۶۲)

۱۵۔ زاہد حسین انجم، شاعر امروز و فردا..ص...۲۷۰..۲۷۱ / جاوید اقبال (ڈاکٹر)، زندہ رُود III (اختتامی دور)..ص.۷۱..۷۲.

۱۶۔ بشیر احمد ڈار، انوار اقبال..ص.۱۰۰.

۱۷۔ تحقیق نامہ شمارہ نمبر ۵؛ ۹۶۔۱۹۹۵ء..(گورنمنٹ کالج لاہور)..ص..۹۲ (مع عکس..ص..۸۶-۸۵)

۱۸۔ صادق زاہد (پروفیسر)، قیام پاکستان کا مقدمہ تاریخ کی عدالت میں، جلد ا: لاہور..ندا پبلی کیشنز..۲۰۰۳ء.ص..۶۵، ۷۰
اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۲۱..ص...۸۳..۸۴/ انور رومان، اقبال اور مغربی استعمار: لاہور..بزم اقبال.مارچ ۱۹۸۹ء..ص..۴۳/
عاشق حسین بٹالوی (ڈاکٹر) اقبال کے آخری دو سال، کراچی..اقبال اکادمی پاکستان..اپریل ۱۹۶۱ء..ص..۲۶۵

۱۹۔ .رفیع الدین ہاشمی (ڈاکٹر)، خطوطِ اقبال..ص..۲۱۱

۲۰۔ .رفیع الدین ہاشمی (ڈاکٹر)، خطوطِ اقبال..ص...۲۲۴

۲۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود۔۔۵۵۸

۲۲۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، زندہ رود۔۔ص ۵۷۷ تا ۵۸۷/
زاہد حسین انجم، شاعر امروز و فردا..ص..۲۷۳/ اقبال ریویو، جنوری ۱۹۷۶ء، کراچی..اقبال اکیڈمی..ص..۳۸